R. No. 2186/57 Regd. No. L922

انجمن ترقی اردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

ٹیلی فون ۲۹
قیمت تین روپے سالانہ
فی پرچہ سات پیسے

تاریخ اشاعت
۱-۸-۱۵-۲۲

جلد ۲۳ - شمارہ ۱۱	ایڈیٹر - آل احمد سرور	۱۵ مارچ ۱۹۶۴ء

اداریہ

انجمن کی شاخوں کی تنظیم

انجمن کی ریاستی شاخوں میں سے بیشتر نے اپنے انتخابات کی کارروائی ختم کر لی ہے جہاں جہاں انتخاب باقی ہے وہاں بھی جلد ہو جائیگا انجمن کے دستور کے مطابق ریاستی شاخ، ریاست کی تمام مقامی شاخوں کے کام کی نگرانی کرتی ہے۔ اگر ریاستی شاخ فعّال ہے تو مقامی شاخوں کو بھی فعّال بناتی ہے، اگر ایسا نہیں ہے تو قدرتی طور پر مقامی شاخیں بھی سُست پڑ جاتی ہیں۔ کبھی کبھار مقامی شاخیں کسی سلسلے میں مرکز سے رجوع کرتی ہیں، ہمارا طریقہ یہ ہے کہ ہم ایسے سارے معاملات ریاستی شاخ کے علم میں لاتے ہیں اور ریاستی شاخ عام طور پر ضروری کارروائی کرتی ہے۔ جہاں اُن سے کوتاہی ہوتی ہے وہاں ہم اُنھیں پھر توجّہ دلاتے ہیں۔ انجمن کی تنظیم دراصل ایک اخلاقی تنظیم ہے۔ تادیبی کارروائی نہ ہم پسند کرتے ہیں اور نہ ہمیں عام طور پر کرنا چاہئے۔ اِن کسی بہت ہی مخصوص صورت میں اگر اس کی ضرورت پڑے تو انجمن کی مجلس عاملہ ایسا کر سکتی ہے اور وہ اس سلسلے میں تمام معلومات مہیّا کرنے اور ہر پارٹی کو موقع دینے کے بعد ہی ایسا کرتی ہے۔

کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ریاستی شاخوں کو اب نئے سرے سے مقامی شاخوں کا جائزہ لینا چاہئے۔ جو شاخیں فعّال ہیں اُن کی ہمت افزائی ضروری ہے، جو شاخیں ذرا سی توجّہ سے فعّال ہو سکتی ہیں اُن پر توجّہ کی جائے اور اُن کی مدد کی جائے، جو شاخیں کچھ نہیں کرتیں اُنھیں اُن کا فرض یاد دلایا جائے اور اگر وہ اس کے بعد بھی عضو معطّل رہتی ہیں تو پھر ریاستی شاخ کو ضرور مناسب کارروائی کرنی چاہئے تاکہ دوسری شاخیں اُن کے جمود سے متاثر نہ ہونے پائیں۔

ریاستی شاخوں کو دو باتوں پر خاص توجّہ دینی چاہئے اُنھیں اپنے علاقے کے مسایل سے زیادہ ترسروکار رکھنا چاہئے اور اُنھیں حل کرنے کے لئے مرکز کی مقرر کردہ پالیسی پر پورا عمل کرنا چاہئے۔ یوں تو بہت سی ریاستی شاخوں کے کارکن مرکزی انجمن کی مجلس عام کے ممبر ہیں، مگر ریاستی شاخوں کی بہتر نمائندگی کے لئے عنقریب انجمن کے دستور میں ایک ترمیم کی سفارش کی گئی ہے جس کی رو سے صدر انجمن چار ریاستی شاخوں کے کارکن مرکزی مجلس عام میں نامزد کر سکے گا۔ اسطرح ریاستی شاخوں کے جذبات وخیالات کی اور بہتر نمائندگی ہو سکے گی۔ ریاستی شاخوں کو دو باتوں پر خاص توجہ کرنی چاہئے۔ اُن کے اہم کارکنوں میں ایسے اشخاص ضرور ہوں جو ابتدائی ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کی منزل پر اردو تعلیم کا عملی تجربہ رکھتے ہوں۔ کچھ ایسے اشخاص ضرور ہوں جو عدالتوں اور دفاتر میں اُردو کے چلن کے متعلق اعداد وشمار جمع کر سکیں۔ کچھ ایسے کارکن ہوں جو مجالس قانون ساز کے ممبران کو متاثر کر سکیں۔ کچھ دوسری جدید ہندوستانی زبانوں سے ربط قائم کرنے والے ہوں، کچھ اخبار نویس ہوں جو اُردو کے علاوہ انگریزی، ہندی اور علاقائی زبانوں میں اُردو کا کیس پیش کر سکیں۔ ان ممبروں کے علاوہ کچھ پورا وقت دینے والے تنخواہ دار کارکن بھی ہوں

اِس اشاعت میں

جو ریاستی شاخوں کے دفتر کو چلا سکیں اور جب ضرورت ہو تو دورہ کر سکیں۔ تنخواہ دار کارکنوں کے لئے مالی وسائل کی ضرورت ہے اور یہ وسائل بہر حال فراہم کرنا چاہئیں۔ مرکز کسی خاص کام کے لئے تھوڑی بہت امداد دے سکتا ہے، مگر ریاستی شاخوں کو زیادہ تر اپنی گاڑی چلانے کے لئے ایندھن خود ہی فراہم کرنا ہے، اس کے لئے وہ کچھ عام مقبولیت کا لٹریچر شائع کر سکتی ہیں کچھ خاص مشاعرے کر سکتی ہیں، کچھ چندہ جمع کر سکتی ہیں، کچھ مستقل معاون بنا سکتی ہیں۔ مقامی شاخوں کو بھی اسی طرح اپنے ممبر زیادہ سے زیادہ وسیع حلقے سے لینا چاہئیں اور دو ایک کل وقتی کارکن بھی رکھنا چاہئیں۔ اگر صرف ادبی جلسوں پر ہی توجہ دی گئی تو اردو تحریک کے بہت سے ضروری کام رہ جائیں گے لیکن ادبی جلسوں اور مشاعروں کی مقبولیت سے یہ فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے کہ ان کے ذریعے شاخوں کے مالی وسائل کو بڑھایا جائے۔ ہر علاقے میں ضروری اعداد و شمار فراہم کرنا پہلا فرض ہے۔ بہت سے کاموں میں سے پہلے ضروری کاموں کو لینا اور رفتہ رفتہ اپنا دائرۂ عمل بڑھانا، دوسرا فرض ہے۔ ساتھیوں پر اعتراض کرنے کے بجائے اور ایک دوسرے کی مخالفت میں ساری قوت ضائع کرنے کے بجائے کام کے اور ساتھی تلاش کرنے چاہئیں، اردو تحریک کو اب سنجیدہ، ہوش مند، مستقل مزاج اور مخلص اشخاص اور اداروں کی ضرورت ہے جو خاموشی سے اپنا کام کرتے رہیں اور اس کام کو قومی نقطۂ نظر سے انجام دینے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔

سیر بین

ساہتیہ اکاڈمی ہر سال ہر جدید ہندوستانی زبان کی بہترین ادبی تصنیف پر انعام دیتی ہے۔ امسال ہندی کی بہترین تصنیف پر یہ انعام پریم چند کی سوانح عمری "قلم کا سپاہی" پر اُن کے بیٹے امرت رائے کو ملا ہے۔ انعامات ۱۵ر مارچ کے اکیڈمی کے سالانہ جلسے کے موقع پر تقسیم کئے جائیں گے، مگر ہندی کا انعام غالباً نہ دیا جا سکے کیونکہ اس کے سلسلے میں ایک مقدمہ دائر ہو چکا ہے۔ مدن گوپال نے جو پریم چند کی سوانح عمری بہت پہلے لکھ چکے ہیں، عدالت میں دعویٰ کیا ہے کہ امرت رائے نے ان کی کتاب کا بہت سا مواد بغیر اُن کی اجازت کے استعمال کر لیا ہے۔ بہر حال یہ فیصلہ تو عدالت کرے گی کہ مدن گوپال کا دعویٰ کہاں تک درست ہے، مگر فی الحال ہندی کا انعام ملتوی سمجھئے۔

ہماری رائے میں مدن گوپال کو عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانے سے پہلے ساہتیہ اکاڈمی کے صدر کو اس معاملے کی طرف توجہ دلانی چاہئے تھی۔ اگر وہ کچھ نہ کرتے تو پھر چارہ جوئی کا حق تو تھا ہی۔ عدالت کی آخری راہ تو ہر وقت کھلی ہوئی ہے، لیکن ادبی معاملات کو قانون کی موشگافیوں کے ذریعہ سے طے کرنا آدابِ محفل کے مطابق نہیں معلوم ہوتا۔

پروفیسر احتشام حسین نے ایک صاحب کا خط سیر بین کے کالم کے لئے بھیجا ہے جو حرف بحرف درج ذیل ہے:-

"مکرمی جناب سید صاحب تسلیم۔ بصد نیاز خدمت میں عرض ہے کہ میرے ایک عزیز امسال امتحان انٹرمیڈیٹ بورڈ یو پی میں شریک ہو رہے ہیں۔ اُن کے لئے پروفیسر آل احمد صاحب سرورؔ کا کیرکٹر مطلوب ہے۔" مندرجہ ذیل سوال ان کے کیرکٹر سے متعلق ہے۔ سوال "دورِ جدید میں آل احمد سرورؔ نے دلکش ادبی وقار کے ساتھ اُردو کے تنقیدی ذخیرے میں نمایاں اضافہ کیا ہے۔ اس رائے سے آپ کہاں تک متفق ہیں مع دلائل لکھئے۔"

احتشام صاحب اپنے خط میں اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"واقعہ یہ ہے کہ پہلا جملہ پڑھ کر تو میں فکر میں پڑ گیا کہ اب اس عمر میں سرور صاحب کے کیرکٹر کی کس کو فکر ہے لیکن آگے بڑھ کر اندازہ ہوا کہ یہ ایسی بات ہے جو پرسوں ترسوں لکھنؤ اسمبلی میں پیش آئی تھی۔ ایک بیچارے ٹیچر نے اپنے باپ اور چچا کی "کورٹ شپ" کا ذکر کیا تھا۔ تفصیل میں جانے پر معلوم ہوا کہ اس کا مقصد مقدمہ بازی تھا۔"

چلئے، اس بہانے سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ کیرکٹر اور کورٹ شپ کتنے "پہلو دار" لفظ ہیں۔

اُردو، دنیا کی امیر ترین زبانوں میں ایک ہے

اُردو ہر شخص کو سیکھنی چاہئے (سنجیوا ریڈی)

حیدر آباد۔ ۸ر مارچ۔ آندھرا پردیش کے سابق وزیر اعلیٰ شری سنجیوا ریڈی نے اُردو کے سلسلے میں ایک اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اُردو، دنیا کی چند مالدار ترین زبانوں میں، ایک زبان ہے۔ اس میں بے شمار الفاظ ہیں، اور ہر طرح کی آواز ادا کرنے کے لئے اس میں حروف بھی موجود ہیں۔ اس لئے اس زبان کو سیکھنے کے لئے تمام لوگوں کو ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے۔ سابق وزیر اعلیٰ آندھرا پردیش نے یہ بھی کہا کہ یہ زبان ہندوستان کی تمام زبانوں سے زیادہ شیریں اور دلنشین ہے۔

ملک شمیل حسن خاں

فقیر محمد خاں گویاؔ

نواب فقیر محمد خاں گویاؔ جوشؔ ملیح آبادی کے پردادا، خیرآباد ضلع سیتاپور کے گورنر اور ایک خوشگو شاعر کی حیثیت سے مشہور ہیں، لیکن آج تک کسی نے اُن کے سوانح حیات اور شاعری کے متعلق کسی مختصر سے مضمون ہی میں اظہارِ خیال کی ضرورت نہیں سمجھی۔ حُسنِ اتفاق کہ جوشؔ پر ریسرچ کے سلسلے میں مجھے گویاؔ کی حیات و شخصیت کا مطالعہ کرنے اور ان کی شاعری سے لطف اُٹھانے کا بھی موقع ملا، اس مضمون میں میں نے اُن کے سوانح حیات و شاعری کے متعلق جو کچھ پیش کیا ہے، اُس میں اپنے تھیسس (Thesis) کے باب اوّل (جو جوشؔ کے سوانح و شخصیت سے متعلق ہے) سے بھی مدد لی ہے۔ یہ مضمون دو حصوں میں منقسم ہے، پہلے میں گویاؔ کی حیات کے بعض نقوش پیش کئے گئے ہیں اور دوسرے میں اُن کی شاعری سے گفتگو کی گئی ہے۔

فقیر محمد خاں گویاؔ کے دادا "یار بیگ خاں" آفریدی جو علی خیل قبیلے کے ایک فرد تھے، اٹھارہویں صدی میں مع اہل و عیال کے کابل سے (درۂ خیبر کی وادی "تیرہ" سے) ہندوستان آئے، اور قایم گنج ضلع فرخ آباد میں قیام پذیر ہوئے اور صفدر جنگ کی فوج میں شامل ہو گئے۔[1] یار بیگ خاں کی قبر کا کوئی سُراغ نہ مل سکا لیکن یہ یقینی امر ہے کہ ان کی دوسری پُشت وہیں شروع ہوئی اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔

قایم گنج میں محلہ "گڑھی نور خاں" جو سرائے بی بی رابعہ، (جسے اب "سرئیاں" کہتے ہیں) سے متصل ہے، وہیں اس خاندان کا آبائی مکان واقع تھا جو امتدادِ وقت اور مرورِ ایام کے ہاتھوں اب برباد ہو چکا ہے، لیکن اُس کے کچھ نشانات بنیادوں اور گھیروں کی شکل میں اب بھی باقی ہیں۔ کچھ مدت تک یہ خاندان قایم گنج ضلع فرخ آباد میں مقیم رہا۔ لیکن یار بیگ خاں کے انتقال کے بعد اُن کے بیٹے محمد بلند خاں کے زمانے میں جب نواب بنگش نے اس خاندان کی کسی لڑکی کو اپنا پیغام بھیجا تو اس فقیر محمد خاں (محمد بلند خاں کے بیٹے) نے انکار کیا اور کہا کہ "ہم بنگش خاندان میں اپنی لڑکی نہیں دیں گے۔" اور وہاں سے ترکِ سکونت کی۔ فقیر محمد خاں مع اپنے والد محمد بلند خاں اور مع خاندان کے ملیح آباد چلے آئے،[2] اور ملیح آباد میں "کنولہار" (جو میرزا گنج سے ایک میل کے فاصلے پر ہے) میں آکر قیام کیا، محمد بلند خاں کا مقبرہ کنولہار میں اب بھی موجود ہے۔ ملیح آباد میں سکونت اختیار کرکے فقیر محمد خاں بسلسلۂ ملازمت حیدرآباد چلے گئے، جس وقت فقیر محمد خاں حیدرآباد جا رہے تھے تو بعض لوگوں نے ازراہ مذاق کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ "حیدرآباد فتح کرنے جا رہے ہیں۔" وہاں سے پھر ملازمت کے سلسلے میں نواب امیر محمد خاں کے پاس "ٹونک" پہنچے، حیدرآباد سے ملازمت ترک کرنے یا برطرف ہونے کا سبب معلوم نہ ہو سکا۔ ٹونک میں نواب امیر محمد خاں کی فوج میں شامل ہو کر مختلف لڑائیوں میں شریک ہوئے، بھوپال اور جے پور کی لڑائیوں میں فقیر محمد خاں کا نمایاں ہاتھ رہا۔ غازی الدین حیدر جب بسلسلۂ دعوت ٹونک گئے تو انھوں نے نواب امیر محمد خاں سے یہ کہا کہ "ہم تم سے ایک چیز مانگنا چاہتے ہیں، اس سپہ سالار کو ہم کو دے دو۔" فقیر محمد خاں کو مانگ لیا۔ اس طرح فقیر محمد خاں اُن کی ملازمت میں اودھ آ گئے۔[1] اور نصیر الدین حیدر کے زمانے تک خدمات انجام دیں۔ "اودھ کا بیان" کا مصنف لکھتا ہے کہ:۔

> "غازی الدین حیدر کے بیٹے نصیر الدین حیدر پچیسویں برس تخت نشین ہوئے۔ آغا میر اب تک وزیر تھا اور بالکل مالک تھا۔ فقیر محمد خاں اور مینڈھو خاں جن کے پاس بہت سے رسالے تھے آغا میر کے حامی اور مددگار تھے۔"[2]

نجم الغنی خاں مولف "تاریخ اودھ" نے ان کا ذکر چند جگہ کیا ہے، ایک جگہ اُن کے متعلق رقمطراز ہیں:۔

> "فقیر محمد خاں گویاؔ تخلص، یہ صاحب بخشی محمود خاں آفریدی مدارالمہام نواب قایم خاں بنگش والی فرخ آباد کے خاندان میں سے تھے۔ شجاع اور دلیر آدمی تھے۔ شعر و سخن سے بہت ذوق و شوق تھا۔ صاحبِ دیوان ہیں۔ شیخ امام بخش ناسخ سے مشورہ تھا۔"[3]

اسی طرح سید کمال الدین حیدر نے اپنی مشہور و معروف تاریخ

---

[1] صفدر جنگ خاندانِ بنگش کے دشمن جانی تھے۔ تاریخ اودھ از نجم الغنی خاں جلد اول ص ۸۲۔
[2] ملیح آباد کا پورا علاقہ پاسیوں کی قیام گاہ تھی۔ یہاں سے چار پانچ میل دور ایک جگہ "راجہ کنس منڈی" کے نام سے مشہور ہے۔ یہ کنس منڈی راجہ کنس کے نام پر مشہور تھی (باقی حاشیہ دوسرے کالم میں)

[1] قیصر التواریخ از سید کمال الدین حیدر ص ۲۱۳، ذکر چھپا سطر ۶۱۔
[2] اودھ کا بیان ص ۲۷-۲۸۰۔ [3] تاریخ اودھ جلد سوم از نجم الغنی ص ۹ طبع اول۔

(بقیہ حاشیہ گذشتہ کالم) اسی جگہ سید سالار مسعود غازیؒ کی اور راجہ کنس کی لڑائی ہوئی تھی، اُس جگہ اس وقت تک ایک ہزار سے زائد مزارات موجود ہیں۔ یہاں ایک "ملی" پاسی تھا جو بہت سرکش تھا، یہ سب علاقہ راجہ کنس کے ایریا (area) میں شامل تھا اور وہ ملی بھی اسی راجہ کنس کا آدمی تھا، اسی کے نام سے "ملیاباد" نام پڑا، جس سے بعد کو بگڑ کر اور معرّب ہو کر "ملیح آباد" بن گیا۔ ملیح آباد ایک قصبہ بھی ہے اور تحصیل بھی، اس میں اس وقت کل بارہ محلے ہیں، جن کے نام یہ ہیں:۔
رانی گنج۔ میرزا گنج۔ منشی گنج۔ کنولہار۔ چندھرانا۔ بزریا جھنڈا ٹولہ۔ سدہ تال۔ کمہاروں ٹولہ۔ حسید باڑہ۔ ستیلی ٹولہ۔

موسوم بہ "قیصر التواریخ" میں بھی فقیر محمد خاں کا چند جگہ تذکرہ کیا ہے اُس میں سے تین اقتباس ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں :-

۱- "فقیر محمد خاں نواب امیر خاں کے لشکر سے تازہ وارد تھے سپاہی گھر تین سو سپہ کی رسالی میر علی پناہ جماعتی کی دی، رسالدار کیا، تاج الدین حسین خاں کا اُن کا ہمسایہ تھا، انھوں نے اپنا گھر نذر کیا، بعد اس کے رفتہ رفتہ اُن کا قرب و منزلت بڑھا۔ سبحان علی خاں اور یہ دونوں مقرب خاص ہوئے۔ نواب منتظم الدولہ حکیم مہدی علی خاں کو اپنا ہم پلہ و مدعی سمجھ کر باجازت جناب عالی نظامت خیرآباد و محمدی پر روانہ کیا۔"[1]

۲- "خلاصہ نواب معتمد الدولہ کا تسلط تام ہوا، اُن کا نیّر اعظم اوج شرف پر طالع ہوا، اہلکاران سرکار نے جس نے سرتابی کی تھی انھیں کسی طرح کا اُس سے شبہ ہوا در کب مستقل ہو گیا، جن سے متعلق تھے اخراجات مالیات وہی احاضر حضور کیا ......
فقیر محمد خاں، مینڈو خاں رسالداروں کو سوائے رسالے کے نظامت ملک بھی دی۔"[2]

۳- "چنانچہ صاحب نے پیشتر قید کرنے کے میر منشی سید غلام حسین کو فقیر محمد خاں رسالدار کے پاس بھیجا کہ ہم نواب کو قید کرتے ہیں اگر کسی سوار نے تمہارے گھوڑے پر زین باندھا مجرم سرکار تم ہو گے۔ فقیر محمد خاں اُس وقت مرغ کی بازی کی چوڑ دیکھ رہے تھے چپکے گھر میں چلے گئے۔"[2]

محمد بلند خاں آخیر وقت تک "کنولہار" میں رہے، لیکن فقیر محمد خاں نے میرزا گنج میں سکونت اختیار کی، یہ رقبہ سندیلہ کے نواب نے فقیر محمد خاں کو تحفتہً دیا تھا،[3] جس کو انھوں نے اپنے کارکن (کارندے) مرزا حسّو بیگ کے نام پر "مرزا گنج" کے نام سے بسایا، اور یہیں یہ خاندان آباد ہو گیا، اور آج تک آباد ہے۔

فقیر محمد خاں کو "عامل" کے لقب سے پکارا جاتا تھا، اپنی فوجی خدمات کے صلے میں "حسام الدولہ"، "تہوّر جنگ" کے خطابات پائے۔ وہ خیرآباد ضلع سیتاپور کے گورنر اور اودھ کی سلطنت کے سپہ سالار تھے، گویا بہت صاحبِ اقتدار امیر تھے، بڑے بڑے اُمرا اور رؤسا اُن کو بڑی قدر کی نظر سے دیکھتے تھے اور اُن کا احترام کرتے تھے، اودھ کی تواریخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اودھ میں جو اعزاز فقیر محمد خاں کو حاصل تھا وہ شاہزادوں کو بھی میسّر نہ تھا۔ رسالداری کے علاوہ اودھ کی نظامت کا کام بھی وہی انجام دیتے تھے۔ شاہزادے اور ولیعہد سلطنت بھی انھی کے ہاتھ سے تنخواہ پاتے تھے۔ وہ بڑی امیرانہ شان اور آن بان سے زندگی گذارتے تھے۔ آموں کے بہت قدردان و دلدادہ اور اُس کے بڑے ماہر تھے، مزاج میں صحت و نفاست اس قدر تھی کہ انھوں نے اپنا آموں کا باغ دودھ اور شربت سے سینچوایا تھا۔

[1] قیصر التواریخ جلد اول ص ۲۱۲-۲۴۲-۲۹۲۔
[2] قیصر التواریخ جلد اول ص ۲۱۳-۲۴۳-۲۹۲۔
[3] بحوالہ "نامۂ مظفری" تاریخ شاہ آباد ضلع ہردوئی۔

صغیر بلگرامی اپنے تذکرہ "جلوۂ خضر" میں لکھتے ہیں :-

"آموں کا بہت شوق تھا، نادر آم اہتمام سے لگائے گئے تھے اور سنا ہے کہ دودھ اور شربت وغیرہ سے سینچے گئے تھے۔"[4]

اسی طرح وہ شعر و ادب کے بھی بڑے قدردان تھے، ان کا اکثر وقت علم و فضل اور شعر و ادب کی محفلوں میں گذرتا تھا، مشاعروں، مذہبی مناظروں وغیرہ میں وہ بڑے شوق سے شریک ہوتے تھے اور ان میں دلچسپی لیتے تھے۔ وہ کٹر سُنّی تھے، بلکہ بعض لوگ انھیں متعصب تک کہتے تھے۔

کریم الدین اپنے تذکرے "طبقاتِ شعرائے ہند" میں رقمطراز ہیں کہ :-

"گویا تخلص حسام الدولہ نواب فقیر محمد خاں بہادر کا۔ وہ اُمرائے نامی لکھنؤ سے ہے، بالفعل عہدہ رسالداری نواب اودھ کے سرکار میں رکھتا ہے، سُننے میں آیا ہے کہ علاوہ شعر اور شاعری کے اُس کو بہت محبت ہے، خصوصاً ہر ایک شاعر کی قدر کرتا ہے اور ہمیشہ شیعوں سے لکھنؤ میں سُنّی کے ہمراہ محرم شریف میں ہنگامہ رہا ہے، سُننے میں آیا ہے کہ یہ شاعر بہت متعصب سُنّی ہے اکثر مباحثہ شیعوں سے اُس کے ساتھ ہوتا ہے، اشجاع اور دلاور بھی ہے، شیخ امام بخش ناسخ کے شاگردوں میں ہے، اُس کا دیوان چھپ گیا ہے، شعر بہت اچھا کہتا ہے، پُر گو اور فصیح شاعر ہے، شعر اُس کا مذاق سے خالی نہیں۔"[5]

قادر بخش صابر دہلوی "گلستانِ سخن" میں لکھتے ہیں :-

"گویا تخلص فقیر محمد خاں شاگرد شیخ امام بخش ناسخ لکھنؤ میں زبدہ امرائے نامی اور قدوہ کبرائے گرامی سے شمار کیا جاتا ہے، اُس سواد میں مومنین پاک کی کثرت اور حضرات شیعہ کی افراط پر اس سُنّی عالی مرتبہ کا وجود نادر الحسنات سے ہے، سخن اُس کا الفاظ فصیح اور معنی غریب اور نکات برجستہ اور اشارات دلچسپ سے مملو ہے۔"[6]

اُن کا عربی و فارسی کا ذوق بڑا پاکیزہ تھا، چنانچہ کہا جاتا ہے کہ عربی عربوں کی طرح بولتے تھے، وہ شاعر بھی تھے اور گویا تخلص کرتے تھے، اُن کا شمار اچھے شاعروں میں ہوتا تھا، شیخ امام بخش ناسخ سے شرفِ تلمذ حاصل تھا، آئندہ اس مضمون کے دوسرے حصے میں اُن کی شاعری سے گفتگو کی جائے گی۔ تقریباً ۷۰ سال کی عمر میں لکھنؤ میں انتقال کیا اور وہیں اپنے احاطے میں دفن ہوئے۔

گویا کی اولادوں میں اُن کے دو بیٹوں (محمد احمد خاں احمد تعلقدار و آنریری مجسٹریٹ اور محمد نسیم خاں) کا پتہ چل سکا جو اُن کی وفات کے بعد تک زندہ رہے۔ بڑے بیٹے نواب محمد احمد خاں شاعر بھی تھے اور احمد تخلص کرتے تھے، اُن کا مجموعۂ کلام بھی "مخزن الالہام" کے نام سے چھپ چکا ہے۔

[4] جلوۂ خضر از سید فرزند علی صغیر بلگرامی ص ۱۲۴-۱۲۵۔
[5] طبقات شعرائے ہند از کریم الدین ص ۳۸۲ قسم دوم طبقہ چہارم۔
[6] گلستانِ سخن ص ۴۰۷-۴۰۸ از قادر بخش صابر دہلوی۔

نیپالی: بھیم ندھی تواری

اُردو ترجمہ: اقبال کرشن

ٹھٹھرا ٹھٹھرا

۱۔ ماگھ مہینہ تھا اور صبح سے ہی سرد ہوا چل رہی تھی
چھت پر رستے میں، کھلیان میں، جیسے کہ چین جم گئی تھی
سردی خوب تھی، پانی کی سطح آئینہ جیسی ہو گئی تھی
ایک غریب بچارا ٹھٹھرا ٹھٹھرا پڑ کے اس پہ دیا آئے

۲۔ نام کی اک ٹوپی تھی سر پر، وہ بھی بالکل بوسیدہ سی
بس اس کا چیتھڑا کہیے؛ پیٹھ اور چھاتی چھا رہی تھی
اک دھوتی چار انگل کی؛ ورنہ اس کو ننگا ہی سمجھیے
ایک غریب بچارا ٹھٹھرا ٹھٹھرا پہ کیسے اس پہ دیا آئے

۳۔ دونوں ابرو اس کے سفید لگے تھے، گویا برف لپٹے تھے
انگوٹھے اور ناخن اس کے سردی سے نیلے پڑ گئے تھے
ایڑیاں دونوں پھٹ پھٹ گئی تھیں، خون مسلسل جاری تھا
ایک غریب بچارا ٹھٹھرا ٹھٹھرا پر کیسے اس پہ دیا آئے

۴۔ گاہ سڑک کے کنارے بیٹھے، ہاتھ اپنا چھاتی پر باندھے
اور کبھی سرخی مشرق کو کھوجے، جانب مشرق تاکے
بغلوں میں دبائے دونوں ہتھیلیاں "سی سی سی" کرتا جائے
ایک غریب بچارا ٹھٹھرا ٹھٹھرا پر کیسے اس پہ دیا آئے

۵۔ جسم اس کا ٹھنڈا ٹھنڈا، جیسے ہمالہ کی برف آلود فضا
لیکن پیٹ میں، آگ سی جلتی تھی سردی سے بے پروا
منھ سے بھاپ نکلی جاتی تھی، دانت تمام بج اٹھتے تھے
ایک غریب بچارا ٹھٹھرا ٹھٹھرا پر کیسے اس پہ دیا آئے

سلام بن رزاق چنولی

قاتل؟

ہر تمنا کا گلا گھونٹ دیا ہے میں نے
اپنی ہر خواہش معصوم کا قاتل ہوں میں
ہاتھ آلودہ ہیں آپ اپنے لہو سے میرے
داغ دامن کے نمایاں ہیں ستاروں کی طرح
میں گنہ گار ہوں، قاتل ہوں، اذیت رس ہوں
کون دیکھے مگر اس جرم و گنہ کے پیچھے
کون سی تلخ حقیقت ہے بہر چند انجام؟
میری ہر خواہش معصوم کا قاتل ہے کون؟؟؟

لکھنؤ کارپوریشن اور لکھنؤ ریڈیو کی اردو دشمنی پر احتجاج

لکھنؤ۔ ۲۴ فروری۔ مقامی ادیبوں اور شاعروں کے ایک جلسے میں جو ڈاکٹر شجاعت سندیلوی کے مکان پر ہوا لکھنؤ کارپوریشن کے اُردو دشمن رویہ کے خلاف ایک تجویز متفقہ طور پر منظور ہوئی، جس میں مذمت کی گئی ہے کہ لکھنؤ کارپوریشن نے لکھنؤ سے جو اُردو کا گہوارہ رہا ہے اُردو کو ختم کرنے کی سازش کر رکھی ہے۔ حال ہی میں شہر کے مختلف مقامات پر سڑکوں پر ناموں کے جو پتھر آویزاں کئے گئے ہیں ان میں صرف ایک زبان کا استعمال کیا گیا ہے مثلاً گنیش دال گنج اور تعمانی بارہ دری، رام پرشاد بسمل اور چندر شیکھر آزاد ناموں کے پتھر صرف ہندی میں کندہ کئے گئے ہیں۔ جلسے نے مطالبہ کیا ہے کہ سڑکوں پر جو پتھر وغیرہ نصب کئے جائیں اُن میں اردو کا استعمال ضرور کیا جائے۔

ایک دوسری تجویز کے ذریعے آل انڈیا ریڈیو کی اُردو دشمن پالیسی کے خلاف بھی بیزاری کا اظہار کیا گیا اور مطالبہ کیا گیا کہ آل انڈیا ریڈیو کے پروگراموں میں اُردو کو اس کا جائز مقام دیا جائے۔ نیز اُردو بلیٹن کی زبان درست کی جائے۔ (قومی آواز)

اُزبکستان میں اُردو

تاشقند۔ ازبکستان میں ہندوستانی زبانوں کے طلبہ کیلئے مختصر ترین ایک اُردو ریڈر شائع کردی جائے گی۔ یہ دلا حمیدووا کا لیف نے مرتب کی ہے۔ یہ کتاب قواعد کے مختلف حصوں میں منقسم ہے۔ اس میں مرتب نے کرشن چندر، خواجہ احمد عباس، امرتا پریتم اور کئی دیگر ہندوستانی ادیبوں کی تصانیف سے مثالیں اور حوالے پیش کئے ہیں۔ اسکے علاوہ معاشی جغرافیائی سماجی اور سیاسی نوعیت کے مواد شامل ہیں۔

جون پور میں انجمن ترقی اُردو کا قیام

ایک میٹنگ مولوی محمد خلیل صاحب کے مکان پر ہوئی جس میں اُردو کی بقا و تحفظ پر غور و خوض کیا گیا اور متفقہ طور پر یہ طے کیا گیا کہ انجمن ترقی اُردو ہند کی ایک شاخ قائم کی جائے تاکہ جون پور کے تمامی مکاتب و مدارس میں گورنمنٹ کے منظور شدہ سہ لسانی فارمولے کے مطابق اُردو کو جاری کیا جا سکے۔ فی الحال گیارہ حضرات پر مشتمل انجمن ترقی اُردو جون پور کا انتخاب عمل میں لایا گیا۔ عہدیداران و ممبران کے نام حسب ذیل ہیں:۔

مولانا محمد داؤد صاحب قاسمی صدر، منشی محمد حسن نائب صدر، علی احمد انصاری وکیل جنرل سکریٹری، ڈاکٹر محبوب قاسم جوائنٹ سکریٹری، ڈاکٹر ابوالحسن جوائنٹ سکریٹری، محمود الحسن خازن۔

ممبران:۔ مولوی محمد خلیل۔ مولانا سلیمان صاحب خطیب شاہی جامع مسجد و عیدگاہ۔ محمد یوسف انصاری۔ طاہر حسین وکیل۔ مولوی منیر احمد۔

محمد انصار اللہ نظر

کان پور کے ذخیرے

اُردو کی کمیاب مطبوعات

"عالی جناب عبدالرشید خاں صاحب مدظلہٗ ہیڈ کلرک کان پور کے یہاں اُردو و فارسی کی مطبوعات اور رسائل و جرائد کا قابل قدر ذخیرہ دیکھنے میں آیا۔ اس کتابوں کے "ڈھیر" میں سے چند کمیاب مطبوعات کا تعارف سطور ذیل میں کرایا جاتا ہے، امید ہے یہ دلچسپی کا سبب ہوگا:"

۱- فسانۂ آزاد جلد اوّل مطبوعہ مطبع نول کشور لکھنؤ دسمبر ۱۸۹۰ء سرورق پر قطعہ تاریخ بھی درج ہے جس سے اس کا زمانۂ تصنیف ۱۸۸۰ء معلوم ہوتا ہے۔ "خاتمۃ الطبع" کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب نومبر ۱۸۹۰ء میں پانچویں بار چھپی تھی، صرف سرورق دسمبر میں چھپا ہوگا۔

۲- فسانۂ آزاد جلد دوم مطبوعہ مطبع نول کشور کانپور بارسوم جنوری ۱۹۰۲ء۔

۳- فسانۂ آزاد جلد سوم "خاتمۃ الطبع" کی عبارت یہ ہے:

شکر اللہ کہ جلد سوم داستان فسانۂ آزاد مولفہ شاعر شیوہ زبان نثار فصیح البیان پنڈت رتن ناتھ در، متخلص بہ سرشار جو اس سے پہلے تین مرتبہ مطبع اودھ اخبار ملوکہ مشتہر روزگار شہیرۂ امصار و دیار عالی جناب منشی نول کشور صاحب سی، آئی، ای میں حلیہ طبع سے آراستہ ہوئی اور اب بار چہارم حسب خواہش شائقین بعلو ہمتی منشی پراگ نرائن صاحب مالک مطبع مذکور بماہ اکتوبر ۱۸۹۹ء زیور طبع سے آراستہ ہوئی۔

۴- فسانۂ آزاد جلد چہارم مطبوعہ جنوری ۱۸۹۹ء در مطبع نول کشور کان پور بار چہارم۔ فسانۂ آزاد کی یہ چاروں جلدیں ۸½ × ۱۰½ انچ سائز پر چھپی ہیں، آخر میں تقاریظ، قطعات تاریخ تصنیف، تاریخ طبع جدید وغیرہ بھی درج ہیں اور مطبع نول کشور کی مطبوعات کی فہرستیں بھی شامل ہیں۔

۵- کتاب مجہول الاسم ناقص الاوّل مصنفہ فقیر محمد سلیمان اشرف عفی عنہ بہار شریف ضلع پٹنہ، چند موضوعات کتاب یہ ہیں:

نان کوآپریشن، کفار کا عمل بائیکاٹ، مسئلۂ خلافت، مسئلۂ تعلیم وغیرہ۔

کتاب کی ضخامت ۲۳۰ صفحات ہے، سائز ۶ × ۹ انچ ہے۔

۶- یادگار دربار (تاجپوشی ایڈورڈ ہفتم) مؤلفہ مولوی فیروز الدین خلف مولوی جان محمد۔ مؤلف کا عقیدہ ذوق کی اس رباعی پر ہے:۔

کیا فائدہ فکر بیش و کم سے ہوگا۔ الخ

مطبع صدائے ہندی لاہور سنہ ۱۳۲۰ھ / ۱۹۰۲ء میں چھپی، آخر میں دو شاعروں کے قطعات تاریخ درج ہیں جن سے ۱۳۲۰ھ کے عدد برآمد ہوتے ہیں۔ ۲۰۸ صفحات، ۵ × ۸ انچ سائز ہے۔

۷- ہدیہ الفیہ شرح رسالہ عبدالواسع ہانسوی، مطبوعہ مطبع انتظامی کانپور صفر ۱۳۲۶ھ، ناقص الآخر۔

۸- ترجمہ سکندر نامہ مترجمہ گوہر مطبوعہ مطبع قیومی کانپور ۱۳۱۳ھ سرورق ربیع الآخر ۱۳۱۲ ہجری میں چھپا۔ ۴۲۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

۹- مثنوی شاہ بو علی قلندر مترجم مع غزلیات محمد عبدالصمد عاجز مطبوعہ مطبع نامی لکھنؤ جنوری ۱۹۰۵ء بار پنجم۔

۱۰- زینت الخیل مولفہ منشی محمد مہدی (منظوم) اس کتاب کا موضوع جیسا کہ نام سے بھی ظاہر ہے گھوڑوں کی شناخت ہے، مطبع نول کشور لکھنؤ میں رجب ۱۲۹۹ھ مطابق ۱۸۸۲ء میں ۷ × ۱۰ انچ سائز پر چھپی۔

۱۱- شجرہ معرفت ناقص الطرفین ضخامت تقریباً ۴۰ صفحات (منظوم)

۱۲- مجہول الاسم ناقص الطرفین، در بیان انبیائے کرام موجودہ ضخامت ۲۱ تا ۲۵۰ صفحات، سائز ۱۱ × ۹ انچ۔

۱۳- کلیات ہوش نیاز احمد خاں بریلوی شاگرد اسیر، مطبوعہ گلشن فیض لکھنؤ بار اوّل، اس میں حسب ذیل واقعات کے قطعات تاریخ درج ہیں۔

تاریخ شہدائے فیض آباد ملک اودھ سنہ ۱۲۷۲ھ تاریخ غدر ہندوستان ۱۲۷۳ھ۔ قطعہ وفات مرزا برق شاگرد ناسخ ۱۲۷۳ھ۔ تاریخ وفات مولوی جمیل الدین جمیل فرخ آبادی ۱۲۷۸ھ۔ قطعہ تاریخ انطباع دستنبوئے مصنفہ مرزا اسد اللہ خاں غالب (دو شعر کا فارسی قطعہ ہے، دلچسپی کے لئے نقل کیا جاتا ہے)

شد مطبوع دستنبوئے غالب
ہر کس چوں جاں محبوب دل شد
چوں گل مطبوع طبع ہوش گردید
از بہر سالِ او مرغوب دل شد — ۱۲۸۲ھ

قطعہ تاریخ وفات جناب نواب مرزا اسد اللہ خاں غالب دہلوی

اسد اللہ خاں غالب جب،
سوئے دار البقا ہوئے راہی
کہا ہاتف نے ہوش اب ہوئے وہ
اسد ہیشہ سخن سنجی — ۱۲۸۵ھ
۱۲۱۵ + ۷۰ = ۱۲۸۵

ان کے علاوہ قطعات تاریخ وفات تدبیر الدولہ مدبر الملک منشی سید مظفر علی خاں بہادر اسیر لکھنوی دام اقبالہ (سنہ ۱۲۹۹ھ) وغیرہ اور چند تقاریظ بھی شامل کلیات ہیں۔

۱۴- کلیات شاد (سر کشن پرشاد) جلد اوّل۔ مطبوعہ مطبع رزاقی کان پور۔

۱۵- دیوان جگر محمد افتخار علی شاگرد امیر مینائی مطبوعہ مطبع انتظامی کان پور سنہ ۱۳۱۷ھ

۱۶- صنم کدۂ چین مجہول المؤلف مطبوعہ مطبع مصطفائی سنہ ۱۲۶۹ھ۔ اس کتاب میں شعرائے قدیم کے لطیفے اور پہیلیاں وغیرہ درج ہیں، جرأت اور ان کے استاد کا نام نہایت احترام سے لیا گیا ہے، ناقص الآخر اور کرم خوردہ ہے۔

۱۷- نور نامہ مطبوعہ گلشن محمدی سنہ ۱۲۹۲ھ۔

۱۸- سلسلۂ چہل حدیث مطبوعہ آگرہ اخبار پریس آگرہ۔

۱۹- جنگ نامہ امام حنیف تصنیف حامد سنہ ۱۹۰۴ء مطبوعہ مطبع نامی محمدی لاہور۔

۲۰- فقہ ہندی ناقص الطرفین

۲۱- مجموعہ سخن مع فرہنگ ناقص الاوّل

۲۲- عطر مجموعہ از تصنیف سید غلام حسنین قدر شاگرد مرزا غالب، شرح اوّل مجموعہ سخن سنہ ۱۸۶۲ء مطبوعہ مطبع نول کشور لکھنؤ فروری سنہ ۱۸۸۱ء بار سوم۔

۲۳- خیابان فردوس مطبوعہ نظامی پریس کانپور سنہ ۱۲۸۳ھ

۲۴- نشتر شہر بن اوا (سنہ ۱۳۲۶ھ) مطبوعہ مطبع انتظامی کانپور مع تقاریظ و قطعات تاریخ مولفہ منشی محمد مطیع اللہ ظہیر آہ تخلص و مولوی محمد عبدالحق عروج کانپوری تلامذۂ تجلی وغیرہ۔

۲۵- سفینہ نامہ مطبوعہ مطبع نامی نول کشور کان پور، جون سنہ ۱۸۸۸ء بار ہشتم۔

۲۶- دیوان طاہر مطبوعہ سنہ ۱۳۱۲ھ مطابق سنہ ۱۸۹۴ء، ناقص الطرفین، اس میں آتش اور ناور کی غزلوں پر خمسے بھی ہیں۔

۲۷- فروغ خورشید (سنہ ۱۳۰۲ھ) مصنفہ بی بی خورشید جان طوائف متخلص بہ حسین متوطن دہلی حال وارد کلکتہ مطبوعہ انڈین پریس کلکتہ سنہ ۱۳۰۲ھ اس پر قطعہ تاریخ مولوی غلام بسم اللہ متخلص بہ بسمل مدظلہ شاگرد حضرت غالب دہلوی وغیرہ بھی درج ہیں۔

۲۸- دیوان نیاز مطبوعہ مطبع بمبئی پریس آگرہ، اس میں شاعر کا اردو و فارسی کلام درج ہے۔

۲۹- دیوان ہزبر دشاہزادہ مرزا محمد ہزبر علی بہادر خلف سلطان عالم محمد واجد علی شاہ اختر) مطبوعہ مطبع نظامی کان پور، اس پر مصنف کے علاوہ شاہزادہ بشیر الدین توفیق یادگار سلطان ٹیپو شہید وغیرہ کے قطعات تاریخ و تقاریظ درج ہیں، تقاریظ میں ہزبر کے حالات زندگی بھی قلمبند کئے گئے ہیں، چند اہم تاریخیں یہ ہیں۔

ہزبر سنہ ۱۲۶۱ھ میں پیدا ہوئے، تاریخی نام جوان اختر ہے، سنہ ۱۲۶۲ ہجری میں عماد الدولہ منتظم الملک سید علی نقی خاں کی بیٹی سے نکاح ہوا، سنہ ۱۲۷۳ھ میں لندن گئے۔ سنہ ۱۲۹۱ھ میں ولی عہد مقرر ہوئے، سنہ ۱۲۹۳ ہجری میں دربار قیصری دہلی میں شریک ہوئے سنہ ۱۲۹۵ھ میں پانچ ہزار روپیہ ماہانہ وظیفہ اور دوسرے اعزازات حاصل ہوئے، سنہ ۱۲۹۳ھ میں جودت تعشق تصنیف کی (جودت تعشق تاریخی نام ہے) سنہ ۱۲۹۶ھ میں یہ دیوان چھپا۔

دیوان صفحہ ۱۲۶ پر ختم ہوا اس کے بعد تقاریظ اور تاریخوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ مجموعی ضخامت ۱۴۲ صفحات ہے سائز ۱۱×۷ انچ ہے۔ مطلع اوّل یہ ہے۔

عقل حیراں ہو گئی محو تماشا ہو گیا
کیا کہوں اک لفظ کن سے خلق کیا کیا ہو گیا

۳۰- واسوخت آباد مطبوعہ مطبع مصطفائی کانپور ۱۰ ربیع الاوّل سنہ ۱۲۶۸ھ

۳۱- دیوان رند نواب سید محمد خاں مسمّی بہ گلدستۂ عشق مطبوعہ مطبع نول کشور کان پور۔ سنہ ۱۲۶۵ھ میں مکمل ہوا اور ذیقعدہ سنہ ۱۳۰۵ھ مطابق جولائی سنہ ۱۸۸۸ء میں بار ہفتم طبع ہوا۔

۳۲- دیوان جاہ شاگرد امیر مینائی مطبوعہ جمعہ ۲ ذیقعدہ سنہ ۱۳۱۷ھ، انتظامی پریس کانپور (پہلے دفتر تخلص تھا۔)

۳۳- دیوان جاہ جلد دوم مطبوعہ سنہ ۱۳۲۰ھ

۳۴- مرآۃ الشعرا یہ مطبع انتظامی کان پور کے مشاعرے جنوری سنہ ۱۹۰۴ء کی غزلوں کا مجموعہ ہے، آخر میں قدیم شعرائے فارسی کی غزلوں کا انتخاب بھی شامل ہے۔

۳۵- مرثیہ میر انیس مطبوعہ مطبع نول کشور کانپور بار ششم اکتوبر سنہ ۱۹۱۵ء۔

۳۶- نغمۂ راز (دیوان محمد عبدالاحد احد) مطبوعہ مطبع نظامی کان پور سنہ ۱۹۰۶ء مطابق سنہ ۱۳۲۴ھ۔

۳۷- ابوالمظفر محی الدین اورنگ زیب از مولوی احمد الدین پلیڈر لاہور مطبوعہ کارخانہ پیسہ اخبار لاہور بار دوم سنہ ۱۹۰۴ء ضخامت ۱۲۰ صفحات، آخر میں ہفتہ وار

پیسہ اخبار لاہور کا اشتہار بھی ہے جس کی سالانہ قیمت "اڑھائی" روپیہ تھی۔

۳۸ - اورنگ زیب عالمگیر - سرورق غائب، سال طباعت وغیرہ نامعلوم۔ ضخامت ۲۰۰ صفحات۔

۳۹ - اقبال از محمد حسین خاں۔ اقبال کی سوانح عمری، آخر میں ماتم اقبال کے تحت مشاہیر کے قطعات تاریخ وفات اقبال بھی درج ہیں۔ مطبوعہ علی گڑھ پریس دہلی، ۱۰ اپریل سنہ ۱۹۳۹ء، ضخامت ۱۱۲ صفحات۔

امیر خسرو نے وحدت اور یکجہتی کو فروغ دیا

۳ر مارچ۔ اردو زبان کے معمار اول اور ہندوستان کی مشترک تہذیب کے صاحب نظر ترجمان حضرت امیر خسرو کی ۶۵۰ویں برسی کے سہ روزہ پروگرام کا کل شام یہاں افتتاح ہوا۔

اس موقع پر درگاہ حضرت نظام الدین اولیاء کے عرس محل میں ایک بزم عقیدت منعقد ہوئی جس میں بھارت کے وزیر تعلیم شری ایم سی چھاگلا، لوک سبھا کے اسپیکر سردار حکم سنگھ، اور بھارت میں اسلامی ملکوں کے سفارتی نمائندوں نے ہندوستان کے اس عظیم دانشور اور فن کار کو خراج عقیدت پیش کئے۔

درگاہ شریف کی جانب سے بھارت کے وزیر تعلیم شری ایم سی چھاگلا اور لوک سبھا کے اسپیکر سردار حکم سنگھ کو جنھوں نے یکے بعد دیگرے جلسے کی صدارت کی تبرک، خاص بہ فرقت پیش کیا گیا۔

اپنی تقریر میں شری چھاگلا نے کہا کہ امیر خسرو ہندوستان کی وحدت و یکجہتی کے پیش رو اول اور مبلغ اعظم تھے۔ انھوں نے بتایا کہ ترکیبی تہذیب و ثقافت ہے۔ یہ ایک عہد نامہ ہے جس کی رو سے ہم محبت، رواداری اور بردباری کی راہ دکھاتے ہیں۔ ہندوستان کی تاریخ کے مختلف دوروں میں ہمارے مذہبی، سیاسی اور سماجی رہنماؤں نے ہندو مسلم اتحاد کا درس دیا چنانچہ امیر خسرو، اکبر، کبیر، دادو، گاندھی جی سب نے ہندوؤں، مسلمانوں اور ملک کے دوسرے لوگوں کو آپس میں نزدیک تر کیا۔ گاندھی جی نے اس نیک مقصد کے لئے اپنی جان بھی قربان کر دی۔ امیر خسرو نے اپنے نظریوں کو عملی شکل دی اور ہندوؤں کے خاص خاص تہواروں میں گرمجوشی سے شرکت کی۔

امیر خسرو نے مذہب کی صداقتوں کو اجاگر کرنے کے علاوہ اردو زبان کی تعمیر کی اور اسکے ذریعہ ملک کی وحدت کو پختہ کیا۔ انھوں نے اپنے کردار اور عمل سے دکھایا کہ ہندی ہندوؤں کی زبان ہے نہ اردو مسلمانوں کی۔ دونوں ایک مشترکہ جاگیر ہیں اور سب کے لئے قابل افتخار ہیں بلکہ اردو کو تو انھوں نے فارسی اور ہندی کے بیچ ایک میل کی حیثیت سے پیش کیا۔

شری چھاگلا نے کہا کہ ہندوستان کی ثقافت کی پشت پر اخوت اور آشتی کی صدیوں کی روایات ہیں۔ یہاں کوئی ایسی چیز نہیں، جسے کسی اقلیت یا اکثریت ہی کی میراث تصور کیا جائے۔ ہر چیز ہندوستان کے باشندوں کی اپنی ہی ہے۔ یہاں کے لوگوں کو تو ملک کے تمام تہواروں کو مل کر منانا چاہئے اور تہذیب و ثقافت کے معاملے میں کسی قسم کی علٰحدگی پسندی نہیں اختیار کرنی چاہئے۔

انھوں نے کہا کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو خاص طور پر مادر وطن کی ترقی اور بہتری کے لئے کوشاں ہونا چاہئے۔ انھیں قومی تحریکوں اور فلاح و بہبود کی اسکیموں میں پیش پیش رہنا چاہئے، اور حب وطن کو اپنے کردار کا عملی حصہ بنا لینا چاہئے۔

شری چھاگلا سے قبل لوک سبھا کے اسپیکر سردار حکم سنگھ نے کہا کہ انھیں ایک ایسے شخص کی یاد منانے سے بہت خوشی ہوتی ہے جس نے ملک کے باشندوں میں رواداری اور وحدت کو فروغ دیا۔ انھوں نے کہا کہ امیر خسرو نے مذہب، ملت، ذات اور فرقہ کی تقسیم کو دور کیا اور انسان کو انسانیت کا درس دیا۔ انھوں نے کہا کہ خدا ایک ہے اور اس کی مخلوق کو بھی ایک ہی ہونا چاہئے۔ گورونانک نے بھی یہی کہا تھا کہ ہم سب ایک باپ کے بیٹے ہیں اور اس لحاظ سے ہم میں صرف بھائی چارہ ہونا چاہئے۔ سردار حکم سنگھ نے کہا کہ اگر ہندوستان کے لوگ امیر خسرو کے درس پر عمل کرتے تو آج انھیں ان کی موجودہ تکلیفیں پیش نہ آتیں۔

سردار حکم سنگھ نے کہا کہ امیر خسرو نے بڑی دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے ملک کی ثقافتی زندگی میں اردو کو فروغ دیا اور اس طرح ہندو مسلم اتحاد کے لئے زبان کے بنیادی ذریعے سے کام لیا۔ انھوں نے کہا کہ امیر خسرو کے راستے ہندو مسلمان کو ملانے کے راستے تھے اور آج ان کی یاد منانے کا سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ ان کی تعلیمات پر عمل کیا جائے۔

متحدہ عرب جمہوریہ کے سفارت خانے کے کلچرل سکریٹری ڈاکٹر ریاض المعطر نے کہا کہ "میں اس موقع پر اپنی قوم اور اپنے لیڈر صدر جمال عبدالناصر اور علماء ازہر و دین کی طرف سے آپ کو ہدیۂ تبریک و تہنیت پیش کرتا ہوں۔ حضرت امیر خسرو کی شخصیت ہر شخص کے لئے اپنے اندر بے پناہ کشش رکھتی ہے۔ انھوں نے انسانیت کی بھلائی اور فلاح کے لئے ایک عظیم مثال قائم کی۔"

افغانستان کے وزیر مشاورت آنریبل خلیلی صاحب نے کہا "افغانستان اور ہندوستان کے روابط دونوں قوموں کے قدیم تمدن و کلچر کے اعماق تاریخ میں پیوستہ ہیں۔ وہ پیوند روحانی جو افغانستان اور سرزمین زیبائے ہند کے متصوفیان، ہنرمندان اور سخن سرایان کے درمیان موجود ہے وہ ناقابل فراموش اور لابدی ہے۔"

جلسے میں ہندو مسلم سکھ اور دوسرے فرقوں کے لوگوں نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔

از علی جواد زیدی

امیر خسرو

امیر خسرو جن کی ۷۰۰ ویں برسی ہندوستان کے مختلف ادبی حلقوں میں مارچ کے ہفتۂ اوّل میں منائی گئی، ہندوستان کی ثقافتی تاریخ میں ایک اہم مقام کے حامل ہیں۔ یہ فارسی زبان کے عظیم شاعر، ابتدائی اردو اور ہندی شاعری کے صاحب نظر معمار، ہندوستانی شاستریہ سنگیت اور ایرانی موسیقی کے ماہر، سنسکرت، فارسی، عربی، ہندی اور اُردو زبانوں کے عالم، صاحب کیف صوفی اور سلاطین دہلی کے درباروں کی رونق تھے۔

ان میں کئی خصوصیتیں ایسی ہیں جن کے باعث ان کا نام ہمیشہ یاد رہے گا۔ وہ ہندوستان میں پیدا ہوئے اور یہیں ساری عمر بسر کی لیکن غیر ملکی زبان فارسی میں وہ مہارت پیدا کی کہ اہل زبان تک سے اپنا لوہا منوا لیا اور آج اُن کا شمار نہ صرف یہ کہ فارسی کے عظیم شاعروں میں ہوتا ہے بلکہ انھیں اس طرز خاص کا جسے اہل ایران "سبک ہندی" کہتے ہیں موجد بھی مانا جاتا ہے۔

اسی طرح وہ بڑے عالم تھے لیکن اسی کے ساتھ وہ سپاہی بھی تھے اور علم موسیقی کے ماہر بھی تھے۔ اُنھوں نے شاستریہ سنگیت کے ساتھ ساتھ ایرانی موسیقی پر عبور حاصل کرکے اور دونوں میں امتزاج پیدا کرکے کچھ نئے شعبے نکالنے کی کوشش کا آغاز بھی کیا۔ اپنی ذات میں شاعری اور موسیقی کے یک جا ہونے کی طرف انھوں نے اپنے ایک مصرع میں خود اشارہ کیا ہے۔ ع

پاسخش گفتم کہ من در ہر دو معنی کاملم

خسرو کو فن انشا سے بھی لگاؤ تھا اور اس موضوع پر رسائل الاعجاز نامی تصنیف اُن سے یادگار ہے۔ خسرو کو یہ بھی خصوصیت حاصل ہے کہ اگرچہ اُن کے والد ترکستان کے شہر کش کے رہنے والے تھے اور انھوں نے اسی غیر ملکی آغوش میں پرورش پائی لیکن انھوں نے سنسکرت اور مقامی بولیوں کو اپنایا اور ان زبانوں میں کمال حاصل کیا۔ وہ سرتاپا ہندوستانی تھے اور انھیں اس سرزمین سے عشق تھا۔ ان کا قول تھا کہ "کشور ہند است بہشتی زمیں"۔ وہ ہندوستان کو تمام ملکوں سے افضل و بہتر مانتے تھے اور اس کے ثبوت میں انھوں نے سات دلیلیں پیش کی ہیں ان میں سے صرف پہلی یہاں نقل کی جاتی ہے۔

آنست یکی کیں زمیں اندر زمن
ہست مرا مولد و ماوی و وطن
دیں ز رسول آمدہ کائی زمرد دیں
حبِ وطن ہست ز ایمان بہ یقیں

(ترجمہ: ان میں سے ایک یہ ہے کہ اتفاق زمانہ سے یہ زمین میرا مولد، ماوی اور وطن ہے اور یہ رسول اللہؐ کی حدیث ہے کہ اے اہل دین حُبِّ وطن یقیناً جزو ایمان ہے)

خسرو سنہ ۱۲۵۳ء[1] کے آس پاس ریاست اُتر پردیش میں پٹیالی (ضلع ایٹہ) میں پیدا ہوئے جہاں ان کے والد امیر سیف الدین محمود چنگیز خانی ہنگاموں سے بھاگ کر پناہ گزین ہوئے تھے۔ خسرو کے والد بے پڑھے لیکن امیر تھے اس لئے ابتدائی تعلیم کی طرف سے بے توجہی نہیں برتی گئی۔ خسرو کی عمر ابھی گیارہ ہی برس کی تھی کہ ان کے والد کا انتقال ہو گیا اور ان کی پرورش ان کے نانا عماد الملک راوت عرض کرنے لگے اور خسرو نے انھیں کے زیر سایہ اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ ابھی دودھ کے دانت بھی نہ ٹوٹے تھے کہ شعر کہنا شروع کیا۔

امیر خسرو نے غیاث الدین بلبن سے محمد تغلق تک گیارہ شاہان دہلی کا زمانہ دیکھا اور سات درباروں سے باقاعدہ وابستہ رہے۔ شاعری اور موسیقی کے علاوہ تصوّف سے انھیں خاص شغف تھا۔ وہ شروع ہی سے حضرت نظام الدین اولیاء کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے ان کی ذات سے ایسی ہی وابستگی تھی کہ ان کی وفات کے بعد تارک الدنیا ہو گئے اور چند ماہ بعد ۷۲۵ھ میں دہلی میں وفات پائی۔

امیر خسرو نے فارسی زبان میں بہت کچھ لکھا ہے ان کا دیوان پانچ حصوں پر مشتمل ہے:-

(۱) "تحفۃ الصغر" (جس میں ابتدائے جوانی کا کلام ہے)
(۲) "وسط الحیوٰۃ" (جس میں ۲۰ اور ۳۰ سال کی عمر کا کلام ہے)
(۳) "غرۃ الکمال" (یہ ۳۰ اور ۴۰ سال کی عمر میں لکھے گئے اشعار کا مجموعہ ہے)
(۴) "بقیہ نقیہ" (اس میں بڑھاپے کا کلام ہے) اور
(۵) "نہایت الکمال" (جو زندگی کے بالکل آخری دور کی تصنیف ہے)

دیوان قصائد اور غزلیات پر مشتمل ہے۔ اگرچہ قصائد میں بھی شاعرانہ کمال کا اظہار ہوتا ہے لیکن خسرو کے اصلی جوہر ان کی غزلوں میں کھلتے ہیں۔ غزلوں میں سابق استادوں کا تتبع کیا گیا ہے لیکن خسرو کی غزلوں میں ایک نیا آہنگ ہے جو کسی دوسرے فارسی غزل گو کو حاصل نہیں ہوا۔

---

[1] علی گڑھ "تاریخ ادب اُردو" میں ولادت ۶۵۲ھ میں اور "تاریخ نظم و نثر اُردو" میں ۶۵۱ھ میں بتائی گئی۔ "تاریخ ادبیات ایران" میں ۶۵۱ھ درج ہے جو پروفیسر حبیب کی اختیار کردہ ۱۲۵۳ء کے مطابق ہے۔

مشہور ایرانی ناقد و مورخ ڈاکٹر رضا زادہ شفق نے "تاریخ ادبیات ایران" میں لکھا ہے :-

"امیر خسرو کی غزلیں غزل کی حد سے آگے نہیں بڑھی ہیں اور ان کا موضوع بیشتر عاشقانہ مضامین ہی ہیں ان میں آرزوئے دیدار، ہجران یار، نرگس بیمار، سوزش شمع وار کے مضامین باندھے ہیں۔ یار کرشمہ ساز، زلف کمند انداز، سیل اشک، خدنگ نرگس مست، ابروئے چوگاں، اور کبک خوش گام وغیرہ سے بحث کی ہے۔ زہد خرقہ پوشاں اور دیر درد نوشاں کا آپس میں مقابلہ کیا ہے۔ چشم زیبا اور اس سے احوال و اشکال فراواں کی خوب داد دی ہے۔"

غزلیات کے علاوہ پانچ فارسی مثنویاں بھی ان کی تصنیف ہیں۔ اس خمسہ میں "مطلع الانوار" نظامی کی "مخزن الاسرار" کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ "شیریں و خسرو" "مجنوں و لیلیٰ" "آئینۂ سکندری" اور "ہشت بہشت" بھی نظامی ہی کی ہم مضمون مثنویوں کا جواب ہیں۔ یہ پانچوں مثنویاں صرف تین سال کی مدت میں تمام ہوئی ہیں۔

غزل، قصائد اور مثنویوں کے علاوہ خسرو کے اور بھی منظومات ہیں جیسے "قران السعدین" "نہ سپہر" "مفتاح الفتوح"۔ یہ نیم تاریخی ہیں اور سلاطین ہند کے حالات و اوصاف پر مشتمل ہیں۔ ہزل، مطائبہ، تنقید اور شکوائی قصیدے اس پر مستزاد ہیں۔

علی العموم امیر خسرو کو اُردو کا پہلا شاعر کہا جاتا ہے لیکن اگر حضرت گنج شکر کا کلام دستیاب ہو جائے تو یہ فضیلت موخر الذکر ہی کو حاصل ہو گی۔ پھر بھی ابھی تک کسی دوسرے ایسے اُردو شاعر کا کلام دستیاب نہیں ہو پایا ہے جو حضرت امیر خسرو کا پیشرو ہو۔ بعض تذکرہ نویسوں نے آپ کو "خالق باری" کا مصنف بھی بتایا ہے لیکن کچھ محققین نے اس سلسلے میں بھی شبہ کا اظہار کیا ہے۔

ایسے زمانے میں جبکہ درباروں اور خانقاہوں میں فارسی کا طوطی بول رہا تھا، امیر خسرو نے مقامی زبانوں کی طرف متوجہ ہو کر ایک اہم ثقافتی خدمت انجام دی۔ اس امتزاج سے ہندو اور مسلمان دونوں ایک دوسرے کے زیادہ قریب آئے اور لسانی اعتبار سے باہمی لین دین کے مواقع ہاتھ آئے۔

محمود شیرانی کا قول ہے کہ امیر خسرو ہی نے ریختہ کی اصطلاح ایجاد کی۔ پہلے یہ موسیقی کی اصطلاح کے طور پر وجود میں آئی اور بعد میں اردو نظم کے لئے عام طور سے استعمال کی جانے لگی۔ ریختہ سے مراد ایسا سرود تھا جس میں ہندی اور فارسی اشعار یا مصرعے یا فقرے جو مضمون تال اور راگ کے اعتبار سے متحد ہوتے تھے، ترتیب دئے جاتے تھے۔ اس کی مثال میں خسرو کی درج ذیل مشہور غزل پیش کی جاتی ہے :-

"زحالِ مسکیں مکن تغافل درائے نیناں بنائے بتیاں
کہ تاب ہجراں ندارم اے جاں نہ لیہو کاہے لگائے چھتیاں"

خسرو کے کلام کے بارے میں محمد حسین آزاد نے آب حیات میں یوں اظہار خیال کیا ہے :-

"امیر خسرو نے کہ جن کی طبیعت اختراع میں اعلیٰ درجہ صنعت و ایجاد کا رکھتی تھی، ملک سخن میں برج بھاشا کی ترکیب سے ایک طلسم خانہ انشا پردازی کا کھولا ... اس کے علاوہ بہت سی پہیلیاں، عجیب و غریب لطافتوں سے ادا کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ فارسی کے نکتے ہندی کے ذائقے میں کیا لطف پیدا کیا ہے۔ کرنی، انمل، دوسخنے وغیرہ خاص ان کے آئینہ کا جوہر ہے۔"

خسرو کی بہت سی ایجادیں بتائی جاتی ہیں جن میں دوسخنے، مکرنیاں وغیرہ شامل ہیں۔ بہت سی پہیلیاں بھی امیر خسرو سے منسوب ہیں۔ مختصر یہ کہ خسرو ہندوستان کی مشترک تہذیب کے ایک بڑے نمائندے اور ہمہ گیر شخصیت کے مالک ہیں۔

انجمن ترقی اُردو راجستھان کی راجستھان گیر مہم ممبر سازی

انجمن ترقی اُردو راجستھان نے اپنے ترمیم شدہ دستور العمل کے مطابق انجمن مذکور کی مجلس عام کے لئے ایک راجستھان گیر ممبر سازی کی مہم شروع کی ہے جس میں مخلصین انجمن دلچسپی لے رہے ہیں۔ خیال ہے کہ متوقع آل انڈیا اُردو کانفرنس کے انعقاد تک جس کا اسی سال جے پور میں منعقد ہونا تقریباً یقینی ہے، بیس ہزار ممبر بن جائیں گے۔ راجستھان کے اُردو دوست اصحاب سے پوری توجہ اور دلچسپی سے کام لینے کی امید کی جاتی ہے۔ اور اُردو کے نام پر اعانت کی استدعا ہے۔

فیس ممبری صرف ایک روپیہ سالانہ ہے۔

مخلصین ادب اردو حسب ذیل پتہ پر خط و کتابت کر کے مزید معلومات حاصل کر سکتے ہیں اور لٹریچر بھی طلب کر سکتے ہیں۔

پتہ :- تسلیم منزل۔ دفتر انجمن ترقی اُردو راجستھان
جنرل سکریٹری انجمن مذکور جے پور
(راجستھان)

ایوب مرحوم کا ماتم

انجمن ترقی اردو (شاخ گیا) کا ایک غیر معمولی جلسہ بدولتکدہ جناب مظفر نواب، مظفر منزل ویسٹ بتاریخ ۳ر مارچ منعقد ہوا۔ ممبران مجلس منتظمہ کے علاوہ بھی لوگ شریک جلسہ ہوئے۔

تجویز ذیل بہ اتفاق رائے منظور ہوئی، اور طے پایا کہ تجویز مذکور مرحوم کے پسماندگان اور پریس میں بھیج دی جائے۔

انجمن ترقی اردو (شاخ) گیا کا یہ جلسہ جناب مولوی محمد ایوب صاحب مرحوم ایڈوکیٹ صدر بہار ریاستی انجمن ترقی اردو کے انتقال پُرملال پر اپنے گہرے رنج و افسوس کا اظہار کرتی ہے۔

بہار ریاستی انجمن ترقی اردو میں ان کا دور صدارت ایک درخشاں دور رہا۔ آپ کے مثالی تدبر، فہم و فراست نے انجمن کو ریاست کا ایک طاقتور منظم اور فعال ادارہ بنا دیا تھا۔ آپ نے ریاست بہار میں اردو زبان کی ترویج و اشاعت میں اردو کو علاقائی زبان تسلیم کرانے میں نمایاں کام انجام دیا جسے بھلایا نہیں جاسکتا۔ مرحوم ریاست بہار کے قومی کاموں میں پیش پیش رہتے تھے۔ اردو گرلس ہائی اسکول پٹنہ کا قیام مرحوم کے قوت عمل کا نتیجہ تھا۔ مرحوم ایثار، قربانی، خلوص اور جذبۂ عمل کے بہترین نمونہ تھے۔ بہار ریاستی انجمن ترقی اردو، اور ساری قوم کو آپ کی رہنمائی کی ابھی سخت ضرورت تھی۔ آپ کی رحلت کے بعد ایسا خلا پیدا ہو گیا ہے جو بہ آسانی پُر نہ ہو سکے گا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے۔ آمین۔ لغزشوں سے درگزر کرے اور اپنی رحمتوں کا دامن ان پر پھیلا دے اور تمام متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ (ادیب حسن ادیب جوائنٹ سکریٹری)

(۲)

شاخ شیر گھاٹی کا جلسہ مجاہد اردو خادم ملت جناب مولوی سید محمد ایوب صاحب ایڈوکیٹ صدر ریاستی انجمن ترقی اردو کے انتقال پر اپنے رنج و غم کا گہرا اظہار کرتا ہے اور صوبہ بہار اور خاص طور پر انجمن ترقی اردو کو جو قومی اور ملی نقصان اور خلا پیدا ہو گیا ہے اسکو نہایت شدید طور پر محسوس کرتا ہے اور خدائے پاک سے ان کی مغفرت کے لئے اور ان کے رشتہ داروں کو صبر جمیل عطا کرنے کی دعا کرتا ہے۔ (انجمن ترقی اردو شیر گھاٹی)

(۳)

دل و دماغ اک ایسے صدمہ سے دوچار ہے جس کا اندازہ ہر کس و ناکس کے لئے محال ہے۔ ۲۷ر فروری کی منحوس شام کو ہمارا مخلص ترین دوست بے نظیر مقنن، اردو تحریک کا بہار میں ستون اعظم اور ایک بے لوث رہنما ہم سے چھن گیا۔ ہماری ریاستی انجمن کے صدر محمد ایوب صاحب مرحوم انتقال کر گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم ایک مثالی کردار کے مالک تھے۔ لاکھوں روپے امور خیر اور قوم و ملت کے لئے اپنے ہاتھ سے خرچ کر گئے اور مرتے وقت بھی ایک لاکھ روپے سے زیادہ کا املاک اپنے قائم کردہ اردو گرلس اسکول کو دے گئے۔ جب سے ریاستی شاخ کے صدر ہوئے تا دم آخر پندرہ بیس ہزار اردو تحریک پر اپنی جیب خاص سے خرچ کیا۔ ہر دل عزیزی کا یہ عالم کہ نصف صدی کے اندر کسی جنازہ میں ایسا ہجوم اہل شہر نے نہ دیکھا تھا۔ دس میل شہر سے دور جائے دفن تک ہزاروں سوگواروں نے گریاں و نالاں بہشت کو ان کی ابدی خوابگاہ تک پہنچایا۔ اپنی وصیتوں میں حق اللہ و حق الناس کو کلیتہً پیش نظر رکھا اور آخری سانس تک مکمل ہوش و حواس برقرار رہے۔

غم نصیب۔ سید غضنفر نواب دانش
(صدر شاخ پٹنہ سٹی انجمن ترقی اردو)

اردو کتابوں اور رسالوں کے خریداروں کی ڈائرکٹری

اردو زبان میں ایسی ڈائرکٹری کی کمی برابر محسوس کی جاتی رہی ہے جس میں اردو کی کتابیں اور رسالے خریدنے والے اداروں کے مکمل پتے درج ہوں۔ اس ضرورت کو پورا کرنے کیلئے ہم نے لائبریریوں، دارالمطالعوں اور ریڈنگ روموں کی ڈائرکٹری شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اگر آپ کا تعلق کسی ایسی تنظیم سے ہے تو اپنی لائبریری، دارالمطالعہ، ریڈنگ روم سے متعلق مندرجہ ذیل معلومات فراہم کیجئے۔

(۱) نام لائبریری / دارالمطالعہ / ریڈنگ روم (بہتر ہو اگر آپ یہاں پتے کی مہر لگادیں۔ (۲) کب سے قائم ہے؟ (۳) جو اخبار اور رسالے خریدے جاتے ہیں ان کے نام۔ (۴) جو اخبار اور رسالے اعزازی آتے ہیں ان کے نام (۵) حکومت میونسپلٹی سے کوئی امداد ملتی ہے؟ کتنی؟ (۶) پتہ۔ (۷) دستخط منتظم۔

پتے کی جگہ انگریزی کی مہر لگائی جائے تاکہ غلطی کا امکان نہ رہے

امید ہے کہ زیادہ سے زیادہ لائبریریاں اور دارالمطالعے توجہ دیں گے۔ اسکول اور کالج بھی اپنے بارے میں لکھ سکتے ہیں۔

ہمارا پتہ یہ ہے:۔ کتاب کار پبلیکیشنز۔ پھلواڑہ۔ رامپور۔ یوپی

ڈائرکٹر تعلیمات راجستھان کی گشتی

ڈائرکٹریٹ پرائمری اور سکنڈری ایجوکیشن راجستھان نے ایک گشتی چٹھی کے ذریعہ اعلان کیا ہے کہ ایس۔ٹی۔سی ٹریننگ اسکولوں کے طلبہ اور مدرسین کے مطالعہ کیلئے کھولا جاتی کتابوں، نصابی کتابوں اور لائبریری کی کتابوں کی تیاری اور مکمل فہرست پیش کرنے کی تاریخ میں ۳۱ر مئی سنہ ۹۴ء تک توسیع کر دی گئی ہے اس لئے ایسی تمام کتابیں مندرجہ بالا تاریخ تک شری بی۔جی تواڑی ڈائرکٹر اسٹیٹ انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشن اودے پور کے پاس پہنچ جانی چاہئیں۔

قرآن مجید کا قدیم ترین نسخہ

ہماری زبان میں نیشنل ہیرلڈ کے حوالے سے ایک خبر شائع ہوئی ہے کہ قرآن مجید کا قدیم ترین نسخہ چوتھی صدی ہجری میں سپرد قلم کیا گیا تھا حالانکہ حقیقت امر یہ ہے کہ جس طرح دوسرے صحف سماوی کے مقابلے میں قرآن مجید کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کے عہد مبارک سے اب تک قرآن مجید کے بے شمار حفاظ موجود رہے اسی طرح جبکہ دوسرے صحف سماوی اپنے انبیاءؑ کے عصر کے بہت بعد معرض تحریر میں آئے قرآن مجید کو اسی صدی میں تحریر کیا گیا جس میں قرآن حکیم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا تھا۔ چنانچہ برٹش میوزیم کے شعبہ مخطوطات کے کیپر پروفیسر اے۔ بی۔ گارڈنر نے بھی میرے خط کے جواب میں اپنے والا نامہ مجریہ ۲۶/۶ مورخہ ۶ ستمبر ۱۹۵۶ء میں اس حقیقت کا اعتراف فرمایا ہے کہ برٹش میوزیم کا مخطوطہ نمبر دو ہزار ایک سو پینسٹھ (۲۱۶۵) غالباً دوسری صدی ہجری کا لکھا ہوا ہے لیکن اس میں تقریباً ثلث سورے ہیں۔ ہاں قاہرہ کے دار الکتب المصریہ اور مسجد سیدنا الحسینؓ میں برٹش میوزیم کے نسخے سے بھی قدیم تر نسخے قرآن حکیم کے موجود ہیں جو پہلی صدی ہجری میں تحریر کئے گئے تھے۔ کلامہ۔

(محمد عباس طالب صفوی)

ممنون دہلوی

"ہماری زبان" مورخہ ۲۲ر فروری سنہ ۶۲ء میں ڈاکٹر گیان چند نے ممنون دہلوی کے دیوان کے سلسلے میں مولانا حسرت موہانی کے "انتخاب سخن" کا ذکر کیا ہے، جس کی تفصیل یہ ہے:۔

"انتخاب سخن" جلد یازدہم

(سلسلۂ اساتذہ متفرق کا جزو اول)

"انتخاب دیوان ممنون"

سائز ۸×۵ ۔ ضخامت ۱۲ صفحات

مطبوعہ اردو پریس علی گڑھ

طبع اول سنہ ۱۹۳۳ء ۔ قیمت ۱؍

اس میں ۳۳ غزلوں کا انتخاب ہے اس کا ایک نسخہ حلیم مسلم کالج کان پور کی لائبریری میں محفوظ ہے۔ ممنون کے حالات کے سلسلے میں ماخذ کا ذکر اپنے پچھلے خط میں کر چکا ہوں۔ (اشفاق حسین کاہور)

میلے میں مشاعرہ

شیو پوری کی میلہ نمائش میں ۲۵ر فروری کو ۹ بجے شب سے ۱۲ بجے تک مشاعرہ ہوا۔ یہ مشاعرہ ضلع کلکٹر صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا تھا۔ (قادر حبیب پوری ناظم مشاعرہ)

حضرت تبسم نظامی کا انتقال

حیدرآباد۔ ۴ر مارچ۔ مشہور شاعر و ادیب حضرت تبسم نظامی کا جو ادبی اور تحقیقاتی کام کے سلسلے میں یوپی سے حیدرآباد آئے ہوئے تھے کل رات ۱/۲ ۱۰ بجے اچانک حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے انتقال ہو گیا۔ ان کی عمر ۳۰ سال تھی۔ تدفین کے انتظامات انجمن ترقی اردو کے زیر اہتمام عمل میں آئے۔ حضرت تبسم نظامی، حضرت جگر مرادآبادی کے قریبی دوست تھے اور حضرت جگر مرادآبادی کی منازل حیات کے عنوان سے سوانح عمری مرتب کرنے کے لئے مواد جمع کرنے کی غرض سے گزشتہ دو تین ماہ سے حیدرآباد میں مقیم تھے۔ حیدرآباد میں اپنا کام تقریباً مکمل کر لینے کے بعد وہ ۱۰ر مارچ کو لکھنؤ جانے کی تیاری کر رہے تھے لیکن چونکہ ان کے کوئی عزیز و اقربا یہاں مقیم نہیں ہیں اس لئے کل رات بذریعہ تار لکھنؤ میں ان کے اعزا کو اطلاع دی گئی۔ پولیس نے ضروری کارروائی اور پنچنامہ مرتب کرنے کے بعد نعش کو بغرض پوسٹ مارٹم دواخانہ عثمانیہ روانہ کیا۔ جہاں سے مولوی حبیب الرحمن صاحب معتمد انجمن ترقی اردو، مولوی غلام احمد خاں صاحب ایڈوکیٹ مولوی محمد یونس سلیم صاحب ایڈوکیٹ اور مولوی حبیب محمد خاں صاحب کی استدعا پر نعش بغرض تدفین ان کے حوالے کی گئی۔ قبرستان میں تدفین کے موقع پر ان اصحاب کے علاوہ مسٹر حسینی شاہد پرنسپل اردو آرٹس کالج، مولوی حبیب حسن بالفقیہ اور دیگر اصحاب موجود تھے۔ (بحوالہ سیاست حیدرآباد)

انجمن بیجاپور کا انتخاب

یکم مارچ سنہ ۱۹۶۲ء کو ٹھیک ۱/۲ ۸ بجے شب بمقام انجمن ہال بیجاپور "انجمن ترقی اردو ہند" (شاخ بیجاپور) کا سال رواں کا سالانہ انتخابی جلسہ ہوا جس میں حسب ذیل عہدیداران انجمن کا انتخاب ہوا۔

پیرزادہ اقبال (صدر) سید حبیب الدین بخشی (نائب صدر) جناب معین الدین صاحب خطیب وکیل (معتمد) سید عطاء اللہ منشی عطا (شریک معتمد)،

علاوہ ازیں مزید پندرہ اراکین برائے مجلس عاملہ منتخب کئے گئے۔

انتخابی جلسے کے فوراً بعد ہی ایک طرحی مشاعرہ منعقد کیا گیا جس میں تقریباً تیس (۳۰) شعراء شریک ہے۔ مشاعرہ رات کے ٹھیک ۱/۲ ۲ ڈھائی بجے بحسن و خوبی اختتام پذیر ہوا۔

(معین الدین خطیب معتمد)

انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ کے پبلشر عزیز حسن پرنٹر شمیم الدین قریشی نے مسلم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ میں چھپوا کر مرکزی انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ سے شائع کیا۔